خصوصی مطالعہ

محمد الیاس خان

ایران اور سابق سوویت ریاستیں

تعارف اور تاریخی پس منظر

اٹھارہویں صدی میں ایک بڑی یورپی طاقت کی حیثیت سے روس کے ظہور سے لے کر ۱۹۹۱ء میں سابق سوویت یونین کے زوال تک ایران اپنے اس شمالی پڑوسی کو اپنی قومی سلامتی اور علاقائی استحکام کے لیے مسلسل خطرہ سمجھتا رہا ہے۔ اس دوران اگرچہ بعض مواقع پر ایران نے اپنے اس طاقتور پڑوسی کو فوجی مہمات میں شکست سے بھی دوچار کیا۔ تاہم بحیثیت مجموعی ایران سیاسی اور فوجی اعتبار سے کمزور فریق ہی رہا اور وہ اپنی کمزوری کا مداوا کرنے کے لیے "توازن قوت" کی روایتی حکمت عملی پر گامزن رہا۔ وہ کبھی تو روس مخالف مغربی طاقتوں کو سلامتی کی چھتری کے طور پر استعمال کرتا رہا اور کبھی ایران میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کی روسی اور برطانوی کوششوں کے منفی اثرات کم کرنے کے لیے بعض دیگر ممالک کی ایران میں دلچسپی کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ بایں ہمہ اس پورے دور میں زار شاہی روس اور سابق سوویت یونین کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں ایران کمزور فریق کی حیثیت سے ہمیشہ ماسکو کو "مراعات دینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا رہا۔

ایران اور روس / سوویت یونین کے تعلقات کے اس عدم توازن یا بے آہنگی (asymmetry) کو ختم یا کم کرنے میں نہ تو (روس میں) ۱۹۱۷ء کا بالشویک انقلاب' کوئی کردار ادا کرسکا اور نہ ہی ۱۹۷۹ء میں ایران کا اسلامی انقلاب' روس - ایران تعلقات کی اس نوعیت میں کسی بنیادی تبدیلی کا سبب بن سکا۔ اس کے برعکس دونوں انقلاب ان تعلقات کے عدم توازن میں ایک اور اہم عنصر کے اضافے کا سبب بنے۔ دونوں انقلاب' دو مخالف اور متضاد نظریات کے علمبردار تھے۔ چنانچہ تعلقات کے عدم توازن میں کمی کے بجائے یہ انقلاب دونوں ممالک کے مابین مخاصمت اور کشمکش میں مزید اضافہ کا سبب بنے۔

بیسویں صدی کے اوائل سے ایران میں امریکی اثر و رسوخ بڑھنا شروع ہوا۔ ۱۹۷۹ء کے

انقلاب ایران سے قبل ایران کو خلیج فارس میں امریکی مفادات کے محافظ کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ اس دوران ماسکو کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے ایران کو قدرے اعتماد حاصل رہا۔ ۱۹۷۹ء کے اسلامی انقلاب کے بعد ایران کو سلامتی کی ایک غیر متوازن صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ نہ صرف سابقہ اتحادی سپرپاور (امریکہ) سے اس کے تعلقات بگاڑ کا شکار ہو گئے بلکہ اسے اپنے پڑوسی عراق کے ساتھ آٹھ سالہ طویل جنگ لڑنا پڑی۔ اس جنگ میں مغرب اور امریکہ نے اس کے دشمن عراق کو بھرپور امداد فراہم کی۔ عراق میں حکمران بعث پارٹی کی سوشلزم سے وابستگی کی بنا پر سابق سوویت یونین کی ہمدردیاں بھی عراق کے ساتھ تھیں۔

ایران عراق جنگ کے دوران ہی سوویت یونین میں فکری تبدیلیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ ۱۹۸۵ء میں میخائیل گورباچوف کو حکمران کمیونسٹ پارٹی کا رہنما چنا گیا اور انہوں نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھالتے ہی مرکزیت زدہ معیشت و سیاست کو بدلنے کے پروگرام کا آغاز کر دیا۔ گورباچوف نے کمیونسٹ آئیڈیالوجی کی مخالفت نہ کرتے ہوئے بھی ایسے تصورات پیش کئے جو بالاخر کمیونزم کے خاتمے پر منتج ہوئے۔ گورباجوف کی پرسٹرائیکا اور گلاس ناسٹ کی پالیسیوں نے جہاں معاشرہ میں بنیادی تبدیلیوں کو روشناس کرایا وہیں ان کی شخصیت کو مغربی دارالحکومتوں میں مقبول بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں ان پالیسیوں کی رو سے مذہبی سرگرمیوں پر پابندیوں میں نرمی کے رویے کو اپنایا گیا اور نتیجتا" سابق سوویت یونین کے مختلف مسلم علاقوں میں مذہبی جذبات کے برملا اظہار کے واقعات عام ہونے لگے۔ صدر گورباچوف کی ان اصلاحات نے ایران کے انقلابی رہنماؤں کے رویوں میں بھی بنیادی تبدیلی پیدا کی۔

عہد نو

۱۹۸۹ء کا سال ایران - سوویت یونین تعلقات کے حوالے سے ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ یکم جنوری ۱۹۸۹ء کو انقلاب ایران کے رہنما آیت اللہ روح اللہ خمینی کا ایک خصوصی نمائندہ ماسکو روانہ کیا گیا جس نے گورباچوف کو امام خمینی کا ایک خط پہنچایا۔ اس خط میں انہوں نے گورباچوف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:

> جب سے آپ نے اپنا عہدہ سنبھالا ہے' یہ احساس ہو رہا ہے کہ آپ نے دنیا کے سیاسی واقعات کے تجزیے خصوصا" دور جدید میں روس جن مسائل سے دوچار ہے' ان کی طرف نئے سرے سے انقلاب آمیز نظر ڈالی ہے۔ دنیاوی حادثات و